OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v3.02(22)u15.207-223

رفاہ عامہ کے مغربی واسلامی تصورات اوران کے اثرات

Western and Islamic Perspectives of Welfare and its Impacts

Mumtaz Kousar
PhD Scholar, Lahore College for Women University, Lahore.
Email: mumtazkousar105@gmail.com

Dr. Asia Shabbir
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women University.
Email: asia.shabbir@lcwu.com

Received on: 15-05-2022 Accepted on: 17-06-2022

Abstract

Human beings have always had a passion for mutual sympathy, cooperation and its practical forms to play a positive role in solving each other's problems. No era, society, religion or civilization in human history is devoid of these qualities. The difference may be that in a religion, culture or society, the methods adopted to deal with the problems of mutual cooperation and socio-economic ups and downs proved to be more beneficial than others. In this research study, an attempt has been made to examine Islamic and Western concepts of public welfare and their impacts on individuals and societies through their practical methods. The system of economic cooperation in Islam is based on strong foundations and sustainable principles. Many of these have been imposed on states and individuals as well. In the Western world, formal systems were first issued after the promotion of Christianity, and in today's secular Western World Christianity concepts are still there but Social Welfare methods changed. This article presents a comparative study of the basic concepts, principles and effects of public welfare, trying to use primary sources as directly as possible.

Keywords: Social Welfare, Islam, West, Concepts, Institutions, Impacts

دنیا میں انسانوں کے درمیان درجات معیشت کا تفاوت ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔غربت وامارت اور جسمانی و ذہنی صلاحیت کا فرق اس معاملے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔بعض اوقات اس کی مذہبی ودینی تاویل بھی کی جاسکتی ہے۔جیساکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا [1]

درجات معیشت میں بعض اوقات غیر معمولی تفاوت کی صورت میں رفاہ عامہ کی سرگرمیوں کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔اسی ضرورت کے تحت اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر ایک دوسرے کے لئے ہمدردی و بھلائی کا جذبہ ودیعت کیا۔اس جذبہ کو بیدار کرنے والا اہم محرک مذہب ہے جو کسی بھی تہذیب کا لازمی عنصر ہوتا ہے۔اس مضمون میں مغربی واسلامی تہذیب میں رفاہ عامہ کے بنیادی تصورات اور اثرات کا تقابلی

مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

لفظ رفاہ زندگی کی خوشحالی، راحت وآرام، کھانے پینے میں وسعت وکثرت اور رحمت وشفقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جو کبھی حقیقی اور کبھی مجازی معنی میں آیا ہے۔ امام فراھیدی رفاہ کا مفہوم ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

رفہ: رفہ عیشہ رفاھۃ ورفاھیۃ فھو رفیہ العیش وھوار غدالخصب [2]

القاموس الجدید میں رفاہ عامہ کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں:

رفاہ: رفاھیہ، نفع، صالح، مصلحۃ، خیر

رفاہ عام: الصالح والنفع والخیر العام والعمیم الاعمال الخیریۃ المصلحۃ العامۃ [3]

ماہر معاشیات نور محمد غفاری رفاہ عامہ کا تصور ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"اسلامی ریاست کا کوئی بھی فرد بنیادی ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے۔ اس کا مقصد اسلامی ریاست کے صاحب ثروت سے کچھ جائز طریقے سے لے کر اور غرباسے کچھ بھی نہ لے کر ریاست کے تمام شہریوں بلا تمیز مسلم وغیر مسلم معاشی کفالت، غیر متوقع حادثات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی کی ضمانت دینا ہے"[4]

رفاہ عامہ کے لئے انگریزی میں (Social Welfare) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ والٹیر اس کی تعریف یوں بیان کرتا ہے:

Social Welfare is the organized system of social services and institutions designed to aid individuals and groups to attain satisfying standards of life and health and personal and social relationship which permit them to develop their full capacities and to promote their well-being in harmony with the needs of their families and the community[5].

رفاہ عامہ کا مغربی تصور

مغربی تہذیب میں رفاہ عامہ کے ابتدائی تصورات یونانی اور رومی معاشروں میں ملتے ہیں۔ جب روم کے بت پرست شہنشاہ قسطنطین نے 313ء میں عیسائیت قبول کی تو عیسائیت مغربی تہذیب کا اہم حصہ بن گئی۔[6] رومیوں پر یونانی فلسفے کا اثر تھا مگر عیسائیت کی بنیاد روحانیت پر تھی۔ جس کی وجہ سے وہ دوسروں کے لئے ہمدردی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ غربت کی بناء پر دوسروں کی مدد کے لئے مختلف الفاظ استعمال کیے جاتے تھے: مثلا

aged and widow[7] charity ,sick, poor, poverty, orphan, financial aid,

ان کے علاوہ عیسائیت میں رہبانیت کے لیے بھی غربت ہی پسندیدہ سمجھی جاتی تھی۔ اس وقت عیسائی چرچ مذہبی سرگرمیوں کے ساتھ معاشرتی بہبود کے کام بھی سرانجام دیتے تھے۔

مغربی دنیامیں رفاہ عامہ کی تاریخ

جاگیرداری نظام اوررفاہ عامہ: رومن سلطنت کانظام پانچویں صدی میں درہم برہم ہوگیا جس کاانتظام مقامی رئیس اور جاگیرداروں نے سنبھالا ۔اس کو اصطلاحاً جاگیرداری نظام کہاجاتاہے۔اس نظام میں جاگیرداریارئیس علاقے کاسرپرست ہوتاتھااور مستقل حقوق بھی اسی طبقہ کے تھے ۔بادشاہ سے انکا براہِ راست تعلق ہوتا تھا۔ مسیحی کلیسانے بھی جاگیرداری نظام سے موافقت کرلی تھی ان کی ہر روایت کلیسا کا عقیدہ بن گئی۔ رفاہی کام اورامن وامان قائم کرنا مرکز کی ذمہ داری نہیں تھی۔[8] لہذا رفاہ عامہ کی سرگرمیاں چرچ کے ذمہ تھیں۔اس وقت خیرات کاتصور مذہبی عقیدہ سے جڑا تھا جس کی بناء پر یہ دستور تھاکہ لوگ اخروی نجات کے لئے فلاحی کاموں مثلاً بیماروں غریبوں اور یتیموں کی مدد کے لئے اراضی چرچ کودیتے۔یوں چرچ سب سے بڑا جاگیردار بن گیا۔[9] غرباء کی مدد کے لئے چرچ خانقاہوں کوزمین بھی وقف کرتااور درسگاہیں بھی قائم کرتا تھا۔[10] فسادات یاوبائی بیماریوں کے سنگین حالات میں قصبوں کے عیسائی چرچ کی کمیٹیاں مردوں کی تدفین اور کھانافراہم کرتیں ۔[11] اس وقت کلیساسب سے زیادہ دولتمند اور بااثر تھا۔ مغربی جاگیرداری نظام کامعیار محض دولت اور ظلم وجبر نہیں تھابلکہ ماتحت لوگوں (کاشت کار) سے سخاوت اور حسن سلوک پر مبنی تھا۔[12] جنگ اورامن میں ان کی حفاظت بھی جاگیرداروں کے ذمے ہوتی تھی۔

(Tudor Period,1485-1603): قرون وسطی کے جاگیردارانہ نظام کی خرابی، قحط، فصلوں کی تباہی اور جنگوں سے غربت میں اضافہ ہوا۔لوگ بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئے۔ایک توچرچ کی اندرونی بدعنوانیوں کی وجہ سے لوگ مذہب سے دور ہونے لگےاور دوسرا مارٹن لوتھر کی پروٹیسٹنٹ تحریک (1517ء) نے اخروی نجات کے لئے خیرات کاتصور بدل دیا۔ خیرات جو اخروی نجات کے لئے عیسائی چرچ میں جمع کرواتے وہ بھی کم ہونے لگی۔ سماجی مسائل کے حل کے لیے بہت سے ناقص قوانین بنتے رہے لیکن 1601ء میں امن کے قیام اورانصاف کو فروغ دینے کے لئے الزبتھن غریب قانون(Elizabethan Poor Law) کے نام سے ایک قانون بنا۔[13] اس میں تین درجات تھے پہلا بے روزگاروں کے لئے دوسرا پسماندہ طبقات کے لئے اور تیسرا لاوارث بچوں کی مدد کے لئے تھا۔اس کا مقصد حکمران طبقہ کے ذریعے سماجی مسائل کاحل کرناتھا۔ خیرات اور معاشرتی بہبود بتدریج عوامی فلاح میں تبدیل ہوئی۔رفاہ عامہ کاریاستی سطح پر آغاز اسی دور کو کہاجاتاہے۔[14] تاریخ میں سماجی مسائل کے حل کے لئے یہ منظم قانون کی پہلی پیش رفت تھی۔[15] حکومتیں اس مقصد کے لئے عوام سے محصول بھی لیتی تھیں۔

صنعتی انقلاب اور نظام سرمایہ داری: اٹھارویں صدی میں صنعتی انقلاب آیا۔ایک تومشین کی ایجاد سے سستی اور کاہلی سے بے روزگاری اور غربت میں اضافہ ہوا۔ جس سے صنعت کار کے ہاتھوں میں سرمایہ آگیااور جدید نظام سرمایہ داری قائم ہوگیا۔ طبقاتی کشمکش اور معاشی بحران پیداہواتو سود کورواج دیاگیاکیونکہ حلال وحرام کی تمیز ختم ہوچکی تھی۔[16] غریب لوگ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہوگئے توان کی فلاح وبہبود کے لئے مغرب میں صنعتی انقلاب کے زیراثر سوشل ورک اور سوشل انشورنس کے پروگرام شروع ہوئے۔

انیسویں صدی: مغرب میں انسانیت کی فلاح وبہبود اور رفاہ عامہ کے کاموں میں انیسویں صدی میں بہت سے نئے قوانین بنے اور سماجی

مسائل کی اصلاح اوران کے حل کے لیے تنظیمیں بنائی گئیں۔ لندن میں 1869ء میں چیریٹی آرگنائزیشن سوسائٹی قائم کی گئی اور بعد میں امریکہ میں بھی اس کے ذیلی ادارے بنے۔اس انجمن کے بہت سے مقاصد تھے مثلاً غربت کا خاتمہ، جرائم کی روک تھام، معذروں کی کفالت ،یتیم افراد کا خیال، پاگل خانوں کی دیکھ بھال اس کے علاوہ خبطی، مفلس، طوائف اور غیر شادی شدہ ماؤں کی دیکھ بھال بھی شامل تھی۔ سیٹلمنٹ ہاؤس موومنٹ کی تحریک بھی لندن (1877ء) سے شروع ہوئی تھی اور بعد میں 1884ء میں امریکہ میں بھی سیٹلمنٹ ہاؤسز قائم کیے گئے۔اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ کسی بھی تفریق کے بغیر مرد، عورت، بچوں اور مزدوروں کے غریب طبقوں کے سماجی مسائل کو حل کیا جائے۔[17]

بیسویں صدی: مغرب میں بیسویں صدی میں رفاہ عامہ نئے انداز سے شروع ہوئی کیونکہ اب سائنسی دور کا آغاز ہو رہا تھا اور کئی طرح کے نظریات بھی نشو ونما پانے لگے تھے۔

فلاحی ریاست کا تصور: مغرب میں پہلی بار (1909ء) میں فلاحی ریاست (Welfare State) کی اصطلاح متعارف ہوئی اور اس کا عمومی استعمال

1930ء سے ہوا۔ عوامی بہبود کے لئے سوشل انشورنس کے باقاعدہ پروگرام شروع ہوئے۔[18] مغربی دنیا کو دوسری جنگ عظیم (1945ء-1939) کا سامنا کرنا پڑا جس سے بہت بڑا جانی اور مالی نقصان ہوا تھا۔اس وقت لیگ آف نیشنز کو اقوام متحدہ میں بدل دیا جس کا مقصد عالمی سطح پر امن کا قیام تھا۔[19] اس کے علاوہ مغرب میں غرباء کے حقوق کے لئے بھی تحریکیں اٹھتی رہیں۔ جس کے نتیجے میں مغربی فلسفہ وفکر کی بنیاد پر 1948ء میں اقوام متحدہ کی طرف سے بنیادی انسانی حقوق کا عالمی منشور تیار ہوا تب رفاہ عامہ کے کام اداروں کے ذریعے قانونی رخ اختیار کر گئے۔[20] آج ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے، تنظیمیں اور مختلف ایجنسیاں عالمی سطح پر رفاہی کاموں میں مصروف ہیں۔

رفاہ عامہ کا اسلامی تصور

دین اسلام ایک کامل نظام حیات ہے جو حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہوا۔اس کی آخری کتاب قرآن مجید کا موضوع انسان ہے۔ جس میں تمام انسانوں کی دینوی اور اخروی فلاح کا اہتمام کیا گیا ہے۔ قرآنی تعلیمات کی بنیاد ایمان (عقائد) اور اعمال صالح پر رکھی گئی ہے۔ اعمال صالحہ میں صرف اللہ کی عبادت ہی نہیں بلکہ معاملات اور اخلاقیات بھی شامل ہیں جو انسانی معاشرے کی بقاء، روحانی تقاضوں کی تکمیل اور معاشرتی فلاح وبہبود کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ انسان کی فلاح کے لئے تمام بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے مال ودولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی اس کی ضرورت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔اسی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کا رکن ٹھہرا کر فرض قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ [21]

دین اسلام میں نہ صرف زکوۃ کو فلاح و بہبود کا ایک مستقل ذریعہ بنایا گیا ہے بلکہ اس کے خرچ کرنے میں بھی رہنمائی فرمائی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ [22]

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی زکوۃ کو دین اسلام کا لازمی جزو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ[23]

قرآن وحدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں فرض زکوۃ کے ساتھ نفلی صدقات وخیرات کا بھی حکم دیا ہے۔ دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور نیکی کی جائے یہی آخرت میں خیر کا ذریعہ ہوگا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ [24]

عہد نبوی ﷺ میں رفاہی امور کی حکمت عملی:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو کامل اور عالمگیر شریعت اسلام دے کر مبعوث کیا کیونکہ ان کی بعثت کا مقصد انسانیت کو جاہلیت کے ظلمات اور گمراہی سے نکال کر فلاح کی طرف لانا تھا۔ آپؐ نے اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے قبل از نبوت اور بعد از نبوت بے شمار رفاہی کام سرانجام دیئے۔ آپ ﷺ شروع ہی سے انسانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ آپؐ کی زندگی کے ابتدائی اہم واقعات میں معاہدہ حلف الفضول ہے جو خون ریز جنگ حرب فجار کی بدامنی روکنے کے لئے ہوا[25]۔ حضور اکرم ﷺ کے نبوت سے پہلے رفاہ عامہ کے کاموں کو محدثین کرام نے حضرت خدیجہ کی زبانی بیان کیا ہے:

كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ[26]

نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مہاجرین کو معاشی مسائل کا سامنا تھا۔ اس مسئلے کے حل کے لیے آپؐ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخات قائم کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان معاشی مسائل کا مستقل حل پیش کیا کہ زکوۃ وعشر کو فرض قرار دیا اور ساتھ مصارف کا بھی تعین کر دیا۔ اجتماعی کفالت کے اس نظام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضور ﷺ نے مدینہ میں فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی اور بیت المال قائم کیا۔ ذیل میں اس سلسلے کے چند اہم نکات پیش ہیں۔

مساجد کی تعمیر: حضرت محمد ﷺ کا ہجرت کے بعد فلاح عامہ کا سب سے پہلا کام مساجد کی تعمیر تھا۔ اسلامی معاشرے میں مساجد کا کردار بہت اہم ہے۔ مسجد صرف عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ تمام معاشی، معاشرتی اور سیاسی سرگرمیوں کا بھی مرکز تھی۔ یہاں تک کہ اس وقت بیت المال کی باقاعدہ عمارت نہیں تھی اس کے تمام ذرائع زکوۃ وصدقات کا مال مسجد میں آتا اور یہاں سے تقسیم ہوتا تھا۔ مسجد مسلمانوں کی اجتماعیت کا عملی مظہر پیش کرتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ ہجرت کر کے مدینہ کی نواحی بستی قبا میں پہنچے تو مسجد قبا تعمیر کروائی۔ اسے مسجد قبا یا

مسجد تقویٰ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بنیاد خود اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے جو مسجد تعمیر کرے گا اللہ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔[27] پھر آپ ﷺ نے مدینہ کے مرکزی مقام پر مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی۔ مسجد نبوی درسگاہ بھی تھی یہاں مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آپ نے مسجد سجدہ، مسجد غمامہ، مسجد الفضیخ کے علاوہ مزید مساجد مختلف محلوں میں تعمیر کروائی تھیں۔[28]

تعلیمی سرگرمیاں: حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے قبل مکہ اور مدینہ کے یہودیوں میں تعلیم وتربیت کا رواج تھا مگر غفلت کی وجہ سے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا تو سب سے پہلی وحی میں ''اقرا'' کا حکم ملا۔ نبی کریم ﷺ نے بعثت کے مقاصد کی تکمیل کے لیے مکہ ہی میں دار ارقم سے تعلیم وتربیت کا کام شروع کیا مگر باقاعدہ طور پر مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد سب سے پہلے صفہ قائم کیا۔ تعلیم کے حوالے سے یہ سب سے پہلا فلاحی ادارہ تھا۔ آپ خود بھی تعلیم دیتے اور صحابہ کرامؓ بھی مامور تھے۔ غریب طلبہ کی بیت المال سے اور خود بھی مدد کیا کرتے تھے۔ عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی ایک دن مخصوص تھا۔ بدر کے قیدیوں سے فدیہ کے طور پر پڑھنا لکھنا سیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر مسلم سے علم حاصل کرنا جائز بھی ہے۔[29]

انسانی صحت کے اقدامات: آپ انسانی صحت کو بہت ترجیح دیتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو نہ صرف اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے بلکہ اس کے کھانے اور علاج و معالجے کا بندوبست بھی کرتے تھے۔ اسلام سے قبل عرب میں باقاعدہ شفاخانوں کا رواج نہ تھا۔ عورتیں جنگوں میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی اور علاج کیا کرتی تھی۔[30] بعض اوقات مسجد نبوی میں جنگ کے دوران زخمی ہونے والوں کے لئے آپ خیمے بھی لگواتے تھے۔ جنگ خندق میں حضرت سعد بن معاذؓ کے علاج کے لئے بھی خیمہ لگایا گیا تھا۔[31]

عدلیہ کا قیام: عدل وانصاف کے لئے حضرت محمد ﷺ نے عدلیہ کا ادارہ قائم کیا جس میں ہر خاص وعام، مسلم اور غیر مسلم کو اجازت ہوتی تھی کہ اپنے مسائل پیش کریں۔ اس کے لئے باقاعدہ محکمہ نہیں تھا بلکہ دوسرے محکموں کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ اس کا ذکر روایت سے ملتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا عامل مقرر کیا تو دوسرے عہدوں کے ساتھ قضاء کا فریضہ بھی سونپا۔[32]

آمدورفت کا نظام: آمدورفت کے لئے مدینہ منورہ کے علاوہ پورے عرب میں سڑکوں کا نظام نہیں تھا بلکہ خود ساختہ گزرگاہیں تھیں۔ لوگوں کو آمدورفت کے لئے مشکلات کا سامنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے شہر کے اندر سڑکیں اتنی چوڑی بنانے کا حکم دیا تھا کہ دولدے ہوئے اونٹ گزر سکیں۔[33]

کنویں کھدوانا: عہد نبویؐ میں مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی۔ حضور ﷺ نے پانی کی کمی کو دور کرنے کے لیے مدینہ میں کنویں کھدوائے۔ جو کنویں پہلے تھے ان میں اکثر یہودیوں کی ملکیت تھے یہودی مسلمانوں کو پانی نہیں دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے کہنے پر حضرت عثمان غنیؓ نے بیئر رومہ خرید کر سب کے لیے وقف کر دیا۔[34]

تجارتی منڈی کا قیام: حضرت محمد ﷺ کا معاشی میدان میں رفاہ عامہ کا اہم کام مدینہ میں تجارتی منڈی کا قیام تھا۔ آپ اور مہاجرین کا مخصوص

پیشہ تجارت ہی تھا۔انصار مدینہ زراعت کا کام کرتے تھے لیکن زراعت کی پیداوار کی بھی تجارت ہوتی تھی۔اس لیے مدینہ کی فلاحی ریاست میں منڈی کی ضرورت تھی جو سب کے لیے مشترکہ اور عدل انصاف پر مبنی ہو۔اس وقت مدینہ کی مشہور منڈی یہودیوں کے علاقے میں تھی ۔یہودی بھاری محصول لیتے اور عورتوں کی توہین کرتے تھے۔نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں نئی منڈی محصول لینے کے بغیر بنائی جس کی وجہ سے دوسرے شہروں سے بڑی تعداد میں لوگ تجارت کے لئے آتے تھے۔اس کا نام سوق المدینہ تھا۔[35]

عہد خلافت راشدہ میں رفاہ عامہ کا تصور(11ھ تا40ھ)

نبی کریم ﷺ نے اپنے دور میں رفاہ عامہ کا جو طریقہ اور نظام قائم کیا ان کے بعد خلفائے راشدین نے بھی ان رفاہی کاموں کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ مزید وسعت دی۔

بیت المال کا قیام اور وظائف کا اجراء: حضرت ابو بکرؓ نے 11 ھ میں خلافت سنبھالنے کے بعد بیت المال کے نظام کو اسی طریقہ سے جاری رکھا جیسے عہد نبوی ﷺ میں تھا۔ حضرت ابو بکرؓ بھی زکوۃ، خراج اور جزیہ کو فوراً تقسیم کرکے کمرے میں جھاڑو لگوادیتے۔اس کمرے کو تالا لگا رہتا تھا۔[36] حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بیت المال کے لئے باقاعدہ طور پر عمارت تعمیر کی گئی۔بیت المال کی تمام آمدنی مستحق افراد کی کفالت میں خرچ ہوتی تھی۔ان میں معذور، نادار شیر خوار بچے، یتیم اور عورتیں، مسافر، غلام، علماو طلباءاور غیر مسلم بھی شامل تھے۔رجسٹر مرتب کرواکے بیت المال سے ان کے روزینے مقرر کئے جاتے تھے۔[37] حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں بھی نومولود بچوں کے وظائف مقرر تھے۔[38] حضرت علیؓ نے اسلامی سلطنت کے ہر مرکز میں بیت المال قائم کروائے۔

بے سہارا لوگوں کی کفالت: حضرت ابو بکرؓ نہایت ہمدرد انسان تھے بے سہارا لوگوں کے کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ان کی خدمت انسانیت کا ایک اہم واقعہ مدینہ میں ایک نابینا عورت رہتی تھی۔ حضرت عمرؓ اس عورت کا کام کرنا چاہتے تھے کچھ دنوں کے بعد انھیں پتہ چلا کہ کوئی انسان میرے سے بھی پہلے آکر ان کے کام کر جاتا ہے بعد میں پتہ چلا وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔[39] حضرت عمرؓ رعایا کی خبر گیری کے لئے رات کو گلیوں کا گشت لگاتے تھے۔[40]

غلاموں کی آزادی: عرب میں غلامی کا رواج تھا اور کفار اپنے غلاموں پر ظلم وستم کیا کرتے تھے جو اسلام قبول کر لیتا اس پر ظلم کرتے کہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ابو بکر صدیقؓ ان غلاموں کو خرید کر آزاد کروادیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے غلاموں کی آزادی کی طرف کافی توجہ دی۔وظائف کی تقسیم میں آزاد اور غلام کا فرق نہیں کرتے تھے۔[41] حضرت عثمانؓ نے ساری زندگی غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کی اپنے دور حکومت میں بھی یہی طریقہ رکھا۔ہر جمعہ کو غلام آزاد کیا کرتے تھے۔[42]

قحط میں رعایا کی مدد: حضرت ابو بکرؓ کے دور میں قحط سالی ہوئی۔لوگ بہت پریشان ہوئے اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کا ہزار اونٹوں کا قافلہ مدینہ آیا جو اناج اور دیگر کھانے کی اشیاء سے لدے ہوئے تھے۔آپ نے اعلان فرمایا کہ میں نے تمام سامان مدینہ کے غریبوں اور ضرورت مندوں کو صدقہ دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کے دور حکومت 18 ہجری میں جب قحط آیا تو سب سے پہلے انھوں نے بیت المال کا تمام غلہ اور جو نقدی

جمع تھی سب عوام الناس کے لیے خرچ کر دیے۔ باقی صوبوں سے بھی غلہ منگوا کر اکٹھا کیااور قحط زدہ لوگوں میں تقسیم کروادیا۔ کھانا بنواتے اور قحط زدہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے اور کپڑے تقسیم کرتے تھے۔[43]

نہروں اور کنوؤں کی کھدائی: حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں پانی کی کمی دور کرنے اور زراعت کے شعبہ کو مزید ترقی دینے کے لئے نہر ابو موسیٰ، نہر معقل، نہر سعد اور نہر امیر المومنین کھدوائیں۔[44] حضرت عثمان غنیؓ نے جگہ جگہ بکثرت پانی کے کنویں اور سبیلیں بنوائیں تھیں ان میں میٹھے پانی کا انتظام ہوتا تھا۔ حج کے دنوں میں منیٰ میں خیمہ لگواتے تو اس وقت تک اپنی خیمے میں نہیں جاتے تھے جب تک تمام حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام مکمل نہ ہوتا تھا۔[45]

سڑکیں، سرائے، چوکیاں اور فوجی چھاؤنیاں: خلفاء راشدین نے سرحدوں اور راستوں کی حفاظت کے لئے جگہ جگہ چوکیاں اور فوجی چھاؤنیاں بنوائیں۔ راستوں پر گودام بنوائے جن میں آٹا، کھجور اور ستو مسافروں کے لئے ہوتے تھے۔[46] حضرت عمرؓ کی اجازت سے مکہ سے مدینہ تک نئی سڑکیں، مختلف جگہوں پر سرائے اور چوکیاں بنائیں گئیں۔[47] لوگوں نے مکہ اور مدینہ کے راستوں پر حضرت عمرؓ سے جب مکانات بنانے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے مسافروں کے پڑاؤ کا خیال رکھنے کا کہا۔[48] حضرت علیؓ نے حفاظتی اقدامات کے لئے چوکیاں اور قلعے تعمیر کروائے مثلاً شام کی سرحدوں پر چوکیاں قائم کروائیں۔[49]

اسی طرح دور بنوامیہ اور بنوعباس میں بھی رفاہی کاموں کا سلسلہ چلتا رہا۔ مسلمانوں کے رفاہی کاموں کا اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں جائزہ لیا جائے تو فلاحی کارنامے کثرت سے نظر آتے ہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں اب بھی اسلامی حکومتیں موجود ہیں جن میں زکوۃ و صدقات کا نظام اور اوقاف کے کام ہو رہے ہیں۔ اس میں زمانہ یا کسی نظام زندگی کے بدلنے سے تبدیلی نہیں آتی۔ کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کی تعلیمات بھی دائمی ہیں۔

مغربی رفاہ عامہ کے اثرات

مغربی رفاہ عامہ کے نظام میں بین الاقوامی مالیاتی اداروں کا کردار زیادہ نمایاں ہے اور یہ ادارے پوری دنیا کی فلاح وبہبود کا دعوی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ بہت سے ذیلی ادارے اور تنظیمیں بھی کام کرتی ہیں جو مقامی اداروں اور تنظیموں کے تعاون سے رفاہ عامہ کے کام کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ مغرب کی ہر ریاست میں رفاہ عامہ کا نظام موجود ہے۔ مغربی رفاہ عامہ کے نظام کے اثرات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

1- معاشی ترقی: غربت کے خاتمے کے لیے مغربی ریاستوں میں بہت سے پروگرامز بنائے گئے جن سے مغربی عوام کو ریاستی سطح پر تعلیم اور علاج کی مفت سہولت کے ساتھ بنیادی ضروریات زندگی بھی فراہم ہوئیں۔ بے روزگاری کی صورت میں الاؤنس جاری ہوتے ہیں تاکہ لوگ غربت کا شکار نہ ہوں۔ سوشل انشورنس کے پروگرامز بھی معاشی خوشحالی کے لیے بنائے گئے۔ مغرب کے عالمی ومالیاتی اداروں کے ذیلی ادارے اور سرکاری وغیر سرکاری تنظیمیں پوری دنیا میں معاشی خوشحالی لانے کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ آئندہ نسلیں ترقی کریں۔ مالیاتی ادارے پسماندہ ممالک کو امداد کے طور پر ایک بڑی رقم دیتے ہیں۔ وہ ممالک اس رقم کو اپنی ملکی معیشت میں لگاتے ہیں جس سے ملکی معیشت

پروان چڑھتی ہے۔اسی طرح کوئی بھی ایک تنظیم کسی خاص مسئلے پر توجہ دیتی ہے تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔[50] دور جدید میں رفاہ عامہ کے لئے سرمایہ دارانہ سودی نظام کے تحت معاشی ترقی تو متاثر کن حد تک نظر آرہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ سود سے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے غربت میں بے پناہ اضافہ بھی ہورہا ہے۔[51]

2-پسماندہ طبقات کی بحالی: پسماندہ طبقات کسی بھی معاشرے میں خاص توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ان میں معذور، یتیم، بیوہ اور عمر رسیدہ افراد شامل ہیں۔ مغربی ریاستوں میں ان طبقات کے لئے خصوصی پروگرامز تشکیل دیئے ہیں۔ان کے لئے خاص ادارے ہیں جہاں ان کو خوراک، رہائش کے علاوہ تمام بنیادی ضروریات زندگی مہیا کی جاتی ہیں۔ معذور افراد کے لیے ہسپتال قائم کیے گئے ہیں۔اس طرح کچھ لوگ اپنی زندگی میں بااختیار بن جاتے ہیں۔[52] بیوہ عورتوں کو حقوق فراہم کئے گئے ہیں۔ان کی ہر طرح سے مالی امداد کی جاتی ہے تاکہ خود مختار بن جائیں اور تشدد کا نشانہ نہ بنیں۔ بہت سی سرکاری و غیر سرکاری تنظیمیں بھی حقوق نسواں کے لئے کام کر رہی ہیں۔ عمر رسیدہ افراد معاشرے کے بے بس اور مجبور افراد ہوتے ہیں۔ مغرب نے ایسے اقدامات کیے ہیں کہ کسی بھی بوڑھے فرد کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔انہیں بڑھاپے میں پنشن دی جاتی ہے جن سے وہ ضروریات زندگی پوری کرتے ہیں اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچ جاتے ہیں۔ مغربی ممالک میں ان کے لیے باقاعدہ اولڈ ہومز بھی بنائے گئے ہیں۔[53] ان کے فائدے اپنی جگہ، لیکن خاندانی نظام کے لئے ان کے خطرات بھی بہت ہیں۔

3-سماجی تحفظ: سماجی تحفظ ہر انسان کے لیے ضروری ہے اسی طرح مغربی ریاستوں میں بھی سماجی تحفظ تمام افراد معاشرہ کو دیا جاتا ہے۔ معاشرے میں لاوارث بچوں کی تعداد ملین کے حساب سے ہے۔ مغربی حکومتوں نے ایسے بچوں کے لیے بہت سے انتظامات کیے ہیں۔ان میں جسمانی تشدد کا شکار بچے، جنسی تشدد کا شکار، والدین کے ٹھکرائے ہوئے بچے ہوتے ہیں۔چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لیے اقدامات کئے گئے۔بچوں کو سماجی تحفظ دینے کے لیے کوشش کی گئی ہے۔لیبر آرگنائزیشن کی طرف سے زراعت اور دستکاری صنعت میں کام کرنے والوں کو تحفظ دیا گیا۔ مغربی معاشرے نے غیر شادی شدہ ماؤں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ حکومت ایسی عورتوں کو بچوں کے ولادت کی سہولت، رہائش اور ماہانہ الاؤنس بھی جاری کرتی ہے۔[54] ان عورتوں کے لئے سرکاری و غیر سرکاری تنظیمیں بھی کام کرتی ہیں۔ مغربی معاشرے میں ایسی عورتوں کی مدد کرنا صنفی آوارگی کو فروغ دینے کا موجب بھی ہے۔اس کے علاوہ معاشرے میں کم سن بچیوں کے ساتھ زیادتی کی شرح میں اضافہ ہورہا ہے۔ مغربی حکومتیں تمام شعبہ زندگی میں آزادانہ مخلوط نظام پر کوئی پابندی نہیں لگاتیں جو اس کی اصل وجہ ہے۔

4-مغرب کی عالمی امدادی سرگرمیاں۔۔۔۔پس پردہ حقائق

جنگ عظیم دوم کی بدحالی کے بعد جب اقوام متحدہ کی حیثیت ایک عالمی رہنما کی طور پر کم ہونے لگی اور یورپ کے اثر ورسوخ میں کمی آئی تو امریکہ نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سامراجیت کو فروغ دیا۔ سامراجی طاقت امریکہ کا جدید معاشی نظام سرمایہ دارانہ ہے جس کا اہم بنیادی عنصر سود ہے۔اس نظام کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے عالمگیریت وجود میں آئی۔ سرمایہ دارانہ نظام کو دنیا میں پھیلانے کا نام

عالمگیریت ہے۔ سامراجی/استعماری طاقت کے ایجنڈوں کے مقاصد کی تکمیل کے لئے عالمگیریت کے تحت ادارے بنائے گئے۔[55]

1-عالمی مالیاتی ادارے جن کا بظاہر مقصد عالمی سطح پر امن قائم کرنا اور اقتصادی تعاون کا فروغ تھا۔

2-کثیر القومی کمپنیاں/بڑی کارپوریشنز

ان اداروں کے ساتھ کئی ممالک نے گٹھ جوڑ کیا تو ایک طاقت کارپوریٹو کریسی (کارپوریٹو کریسی تین ستونوں بڑی بڑی کاپوریشنز، بین الاقوامی بنکوں اور اس کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنے والی حکومتوں پر قائم تھی) وجود میں آئی۔ عالمگیریت یا گلوبلائزیشن کا مقصد پوری دنیا کو ایک بستی میں تبدیل کرنا ہے اور گلوبل ایمپائر کے مقاصد کو دوام بخشنا کارپوریٹو کریسی کا اہم مقصد ہے۔[56] امدادی قرضوں کے ذریعے ممالک کو گلوبل ایمپائر میں شامل کیا جاتا ہے۔ سامراجی مقاصد میں این جی اوز بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ان سارے عوامل سے جو نظام تشکیل پاتا ہے اس کا نام سامراجیت یا استعماریت ہے۔

اقوام متحدہ کے ذیلی مالیاتی ادارے رفاہ عامہ کی آڑ میں جو کام سرانجام دے رہے ہیں ان میں سے چند رفاہی کاموں کے اثرات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام اور سودی قرضوں کا فروغ: سرمایہ دارانہ نظام کے پس پردہ طاقت مغربی سرمایہ دار طبقات ہیں۔ عالمی ادارے بھی ان کے ہاتھ میں ہیں۔[57] انھوں نے پوری دنیا پر حکومت کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے ظاہری طور پر پوری دنیا کی ترقی کا دعوی کرتے ہیں ۔ معاشی ترقی کے لیے قرضوں کی پیشکش کرتے ہیں۔ بقول اور یا مقبول جان کہ جان پرکنز کو امریکہ خفیہ اداروں اور بڑی بڑی کارپوریٹ کمپنیوں کے مفاد کے لیے دنیا کے غریب لیکن معدنی وسائل سے مالامال ممالک بھیجا گیا جس کا بنیادی مقصد وہاں کی حکومتوں اور راہنماؤں کو بڑے بڑے قرضوں کے لیے قائل کرنا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ امریکی خفیہ ایجنسی ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے ذریعے حکومتوں کو بڑے بڑے قرصے لینے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ قرضے ایسے منصوبوں کے لیے ہوتے ہیں جو ان کی بنیادی ضرورتوں سے متصادم ہوتے ہیں یہ سارا کام معاشی ضرب کار کرواتا ہے۔ وہ سیاسی راہنماؤں کو بڑی بڑی کمپنوں میں شریک کرواتا ہے اور پھر ملک کو قرضوں کے بوجھ میں جکڑ دیا جاتا ہے۔[58]

معاشی پالیسیوں میں مداخلت اور قومی خود مختاری کا خاتمہ: مالیاتی ادارے سودی قرضوں کی آڑ میں غریب ممالک میں معاشی پالیساں نافذ کرتے ہیں۔ مقروض ممالک کو ان پالیسیوں پر تنقید یا تجویز کی اجازت نہیں ہوتی۔[59] ترقی پذیر ممالک سود کے بوجھ تلے آجاتے ہیں۔ کیونکہ عمومی طور پر ان قرضوں کی شرائط یہ ہیں کہ سود کی شرح میں اضافہ کیا جائے، ٹیکس بڑھایا جائے، حکومتی اخراجات میں کمی کی جائے یا اس کا بوجھ عوام پر ڈالا جائے اور ترقیاتی اخراجات کم کر دیئے جائیں۔ قومی اداروں کی نجکاری کے ذریعے ملکی اثاثے دولتمندوں کے ہاتھ یا غیر ملکی سرمایہ داروں کے ہاتھ فروخت کر دیئے جائیں۔ بین الاقوامی سرمائے کی ملک میں آمدورفت پر تمام پابندیاں ہٹالی جائیں۔ بین الاقوامی بینکوں اور کارپوریشنز کو زیادہ سے زیادہ آزادی دی جائے۔اس کے بعد ان غریب ممالک کو اتنی رقم قرض دی جاتی ہے کہ وہ اس کا سود بھی ادا نہیں کر سکتے جس کے نتیجے میں ملکی خود مختاری ختم ہو جاتی ہے۔[60]

قدرتی وسائل کا حصول: وسائل سے بھرپور ممالک کو جھانسا دیا جاتا ہے۔ پاکستان جیسے غربت وافلاس کا شکار لیکن زمینی وسائل سے مالا مال ملک کے معدنی وسائل کو قابل استعمال بنانے کے لیے کوئی امداد نہیں کرتا لیکن بڑے بڑے انفراسٹرکچر بنانے کے لیے طاقتور ادارے مالی امداد کے لئے اٹھ آتے ہیں۔ دنیا بھر کے وہ تمام امیر ممالک جن کی نظر غریب ممالک کے وسائل پر ہوتی ہے۔ وہ غریب ممالک کو قرض کی دلدل میں ڈبوتے ہیں اور سڑکوں، پلوں موٹرویز، شاندار ائیرپورٹس کے منصوبے تیار کرتے ہیں۔ سودی قرضوں کا ایک مقصد غریب ممالک کے وسائل پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔ بقول جان پرکنز مغربی کمپنیوں کی نظریں غریب مملک کے قدرتی وسائل پر ہوتی ہیں۔ جہاں یہ وسائل نظر آئیں ٹوٹ پڑتی ہیں جیسے ہماری نظریں انڈونیشیا کے تیل پر تھیں۔[61]

معاشی اجارہ داری اور اقتصادی بحران: مغربی اقوام نے اپنے ماتحت مالیاتی اداروں کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت کو کنڑول کیا ہوا ہے۔ ان پر حکومت مغرب کرتا ہے کیونکہ ان اداروں کے سربراہ مغربی طاقتور ممالک سے ہوتے ہیں جن کی ذہنیت ہمیشہ سے استعمار پسند ہے۔ یہودی پروٹوکولز میں لکھا ہے ہم صنعت کی سرپرستی کرکے اجارہ داریاں قائم کریں گے اور پوری دنیا کی دولت اپنے قبضے میں کریں گے۔[62] ہم قرض سے حکومتوں کے لیے معاشی بحران پیدا کرتے ہیں اور پھر وہ حکومتیں اسی قرض کو حاصل کرنے کے لیے درخواستیں دیتی ہیں۔ ان قرضوں کی ادائیگی کے لئے حکومتوں کو بوجھ میں دبا دیا جاتا ہے۔ قرض مقروض ممالک کی کمزوری بن کر ان کے حکمرانوں کے سرپر تلوار کی طرح لٹکتے رہتے ہیں۔ غیر یہودی حکومتیں ان قرضوں سے بچنے کی بجائے بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔[63] اور زر کے بحران سے معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔

مغربی اداروں اور کمپنیوں کے مفادات کا فروغ: پرکنز اپنی کتاب میں اعتراف کرتا ہے کہ اسے دوٹوک الفاظ میں بتادیا گیا کہ آپکا کام عالمی لیڈروں کو اس وسیع نیٹ ورک کا حصہ بننے پر راغب کرنا ہے جو امریکہ کے تجارتی وکاروباری مفادات کو فروغ دیتا ہے۔ آخر کار یہی لیڈر قرض کے جال میں پھنستے جاتے ہیں جس کے ذریعے ہم اپنے سیاسی واقتصادی اور قومی مقاصد کی تکمیل کے لیے جب چاہیں ان سے کام لے سکتے ہیں۔ اسکے بدلے یہ لیڈر اپنے عوام کو کارخانوں، پاور پلانٹس، ائیرپورٹس کی سہولتیں دے کر اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط بناتے ہے، جبکہ امریکی انجینئرنگ کمپنیاں اور تعمیراتی کمپنوں کے مالکان حیرت انگیز طور پر دولتمند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بحیثیت اکانومسٹ میری پہلی ذمہ داری یہ تھی کہ بھاری بین الاقوامی قرضوں کا جواز فراہم کرنا اور وسیع پیمانے پر زیر عمل انجینئرنگ اور تعمیراتی منصوبوں کی مدد سے قرضے کی رقم کمپنیوں میں واپس لانے کا باعث بنوں۔[64]

اسلامی رفاہ عامہ کی سرگرمیوں کے اثرات

1- محبت الٰہی: انسان جو بھی نیکی کرتا ہے وہ رائیگاں نہیں جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوگنا اجر عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کے عوض انسان اللہ تعالیٰ کا قرب ومحبت حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ فلاح عامہ کے کاموں میں جتنا زیادہ خرچ کرتے ہیں وہ لوگ اتنے ہی اپنے رب کے قریب ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بہت زیادہ راضی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کی مخلوق کو راضی کرتے ہیں۔ سورۃ الیل میں بھی یہ خوشخبری دی گئی:

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى، وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى، اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى، وَلَسَوْفَ یَرْضٰى [65]

رفاہ عامہ سے مال کی محبت انسان کے دل سے ختم ہو جاتی ہے۔ مومن کی نشانی ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے میں ذرا بھی ہچکچاتا نہیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ رحم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمتیں نچھاور کرتا ہے۔

2-ادائیگی زکوۃ، عشر وصدقات: زکوۃ و عشر مسلمانوں پر فرض ہے اگر کوئی مسلمان ان کی ادائیگی نہیں کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے۔ زکوۃ کی ادائیگی دین اسلام کے بنیادی احکام میں سے ہے اور اسلامی ریاست کے خزانے کا لازمی جزو ہے۔ اجتماعی طور پر اگر ریاست کے ہاتھ میں یہ بندوبست ہو تو افراد معاشرہ کے تعاون سے رفاہ عامہ کے بڑے بڑے کام سرانجام دیتی ہے۔ جس سے معاشرے کی بڑی تعداد کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسلام کے نظام زکوۃ اور صدقات نے معاشرے کے تمام طبقات کی بہبود کا انتظام کر دیا ہے۔ رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے زیادہ تر مال زکوۃ کی صورت میں جمع ہوتا ہے۔ اگر معاشرے میں رفاہ عامہ کے کام مسلسل ہوتے رہیں تو زکوۃ و عشر اور صدقات کا نظام بھی ایک باقاعدگی کے ساتھ چلتا ہے۔ کوئی مسلمان اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا۔ زکوۃ کی ادائیگی سے مال میں کمی نہیں بلکہ برکت ہوتی ہے اور غریب ایک درجہ غربت سے اوپر ہو جاتا ہے۔ [66]

3- گردش دولت: اسلام کا معاشی اصول ہے کہ انسان دولت کو جائز طریقوں سے کمائے اور اس کو جمع نہ کیا جائے کیونکہ اس سے گردش دولت رک جاتی ہے۔ اور تقسیم دولت میں توازن برقرار نہیں رہتا۔ قرآن نے اس کے بارے میں سختی سے منع کیا ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ [67]

جو انسان دولت کو جمع کرتا ہے وہ نہ صرف خود غیر اخلاقی امراض میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ معاشرے کے خلاف جرم کا بھی ارتکاب کرتا ہے۔ سود معاشی ارتکاز زر کو جنم دیتا ہے اور غریب ممالک کو امداد کے نام پر سودی قرضوں میں جکڑ دیتا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمود احمد غازی نامور مغربی ماہر معاشیات لارڈ کینز اب کہنے پر مجبور ہیں کہ سودی نظام کے خاتمے کے بغیر بے روزگاری کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ [68] سود نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں بھی عذاب کا موجب ہے۔ دولت جمع کرنے کی وہ تمام صورتیں جن سے گردش دولت رک جائے وہ سب اکتناز میں شامل ہوتی ہیں مثلاً جواء، سٹہ اور سود وغیرہ۔ سود سے دولت چند امیروں کے ہاتھوں سمٹ جاتی ہے۔ غرباء سود کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں اور بدحالی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس میں بہت سی روحانی، معاشی اور معاشرتی قباحتیں پائی جاتی ہیں۔ دین اسلام نے ایک ایسا رفاہی نظام پیش کیا ہے جو اکتناز دولت کی بجائے اس کی معاشرے میں منصفانہ تقسیم کی راہیں کھولتا ہے کہ دولت صرف مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے۔ مومن پر لازم کر دیا کہ اپنی ضروریات سے زائد مال کو جائز طریقے سے خرچ کرے تاکہ مال کی گردش ہو۔ [69]

4- مفلسی اور گداگری کا سدباب: انسانیت کے ہر دور میں غربت کا وجود رہا ہے۔ دین اسلام نے ایسا رفاہی نظام متعارف کروایا جس نے غربت کا مستقل حل پیش کیا۔ غربت بہت سی اخلاقی، معاشی اور معاشرتی برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ گداگری کا وجود بھی مفلسی کے باعث ہے۔ دین اسلام انسان کو بلند ہمتی اور اپنی عزت آبرو کو معاشرے میں قائم رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان کی نائبانہ حیثیت کی وجہ سے اسے پیچ باتوں سے

منع فرماتاہے تاکہ انسان میں دست سوال دراز کرنے کی نفرت پیدا ہو اور اس کی عزت نفس قائم رہے۔ رازق تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا تعلق معیشت اور اسباب معیشت سے ہوتا ہے۔انسان کا عمل کسب معاش کی اساس ہے کہ وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرے۔[70] غربت کے سبب پیدا ہونے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔تاکہ غربت کا مکمل خاتمہ کیا جائے۔بیت المال کی صورت میں سرکاری خزانہ قائم کیا۔تاکہ صاحب مال زکوۃ وصدقات میں غریبوں کا حصہ دینے میں سستی نہ کریں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے غربت کے خاتمے کے لئے اعلان کیا تھا کہ غریب کو ت''اتنا دو کہ بے نیاز کر دو''[71]

5-غلامی کے رواج کا خاتمہ: دنیا کے ہر معاشرے میں غلاموں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔اسلام نے ابتداء سے ہی ان کی آزادی کے لئے بتدریج کوششیں کیں۔غلاموں کی آزادی کے لئے بہت سے راستے بتائے۔اللہ کی خوشنودی اور گناہوں کے کفارے کے لئے غلام آزاد کئے جائیں اور مکاتبت کا معاملہ کر کے بھی غلام آزاد کئے جا سکتے ہیں۔اس وقت یہ رواج تھا کہ معاوضہ لے کر غلام آزاد کئے جاتے تھے۔ان بیچاروں کے پاس پیسہ نہیں ہوتا تھا۔[72] غلاموں کی فلاح کا اسلام نے دائمی حل نکالا۔اسلامی حکومت کے بیت المال سے غلاموں کو آزاد کروانے کے لیے فنڈ قائم کر دیا۔اسلام نے جو نظام قائم کیا اس کی مثال دنیا کے کسی بھی مذہب میں نہیں ملتی۔اسلام نے زکوۃ میں ان کے لئے حصہ متعین کیا۔غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی غلام کو آزاد کیا اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے نجات دے گا۔[73]

6-طبقاتی کشمکش کا خاتمہ: دور جاہلیت میں معیشت کی بنیاد پر معاشرہ امیر اور غریب کے طبقات میں بٹا ہوا تھا۔غریبوں کو غلام بنا کر رکھا جاتا تھا۔اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے معیشت کی بناء پر اونچ نیچ کے درجات کی حوصلہ شکنی کی ہے۔اللہ تعالیٰ جس طرح اس کائنات کا خالق ہے اس نے کسی انسان کو بھی حق معیشت سے محروم نہیں رکھا۔اللہ تعالیٰ نے آخری دین اسلام کے ذریعے ایسا فلاحی نظام قائم کیا۔جس میں زکوۃ کو فرض قرار دیا تاکہ انسانوں کے درمیان معاشی مساوات قائم رہے۔امیر وغریب کی تفریق کے بغیر ایک دوسرے کو بھائی سمجھیں۔اس لئے حضور ﷺ نے بھی اس معاشی تفاوت کو ختم کرنے کے بارے میں فرمایا:

قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[74]

اس نظام کو قائم کرنے کے لئے ریاست کے امیر کو پابند کر دیا کہ زکوۃ وصدقات کا ایک باقاعدہ نظام جاری کریں۔

7-اجتماعی کفالت: فلاح انسانیت کے لئے دین اسلام نے جو نظام متعارف کروایا ہے اس میں اجتماعیت کا عنصر ہے۔پورے معاشرے کی بنیادی ضروریات پوری کرنا اجتماعی کفالت ہے۔یہ اس وقت ممکن ہوتی ہے جب معاشرے میں رفاہ عامہ کے کام اجتماعی نوعیت کے ہوں۔دین اسلام نے کفالت کا جو نظام پیش کیا وہ دنیا کے کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتا۔[75] اس کی بنیاد کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں بلکہ وحدت انسانیت پر ہے۔اسلام چند افراد کی فلاح نہیں چاہتا بلکہ پوری انسانیت کی فلاح کا داعی ہے۔اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے معاشرے کے صاحب ثروت لوگوں پر شرعی اور قانونی طور پر فرض اور نوافل صدقات کا بھی حکم دیا۔ان تمام کاموں کو انسانوں کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ

ریاست اور افراد کا تعاون ضروری قرار دیا۔ مالدار اپنے مالوں میں سے مقرر حصہ بیت المال میں جمع کروائیں۔ ریاست ایک طاقتور ادارہ ہے جو رفاہ عامہ کے کام بڑے پیمانے پر کر کرتا ہے۔[76] اسلام نے انسانوں کے باہمی حقوق و فرائض کا بھی تعین کر دیا۔[77] والدین کی خدمت اولاد پر فرض کر دی۔ اسی طرح ہر اسلامی معاشرے میں تمام طبقات کی اجتماعی کفالت کا اسلام نے مستقل انتظام کر دیا ہے۔

8- سماجی اقدار کا فروغ: اسلام کا رفاہی نظام ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیتا ہے جس کی بنیاد اعلیٰ معاشرتی اقدار پر ہے۔ اگر کوئی معاشرہ ان اقدار سے خالی ہو گا تو وہ مختلف بحرانوں کا شکار ہو گا۔ اقدار ہی وہ معیار ہیں جو معاشرے کو مضبوط بناتے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو رفاہ عامہ نظام کے ذریعے معاشرے میں اخوت و اتحاد، تعاون و ہمدردی اور عدل و احسان جیسی نمایاں اقدار کو فروغ دیتا ہے۔ اسلامی معاشرے کی بنیادی تعلیم ہی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[78] کے رشتے پر قائم ہے جس نے تمام قوموں اور نسلوں کے افراد کو ایک برادری بنا دیا ہے۔ محبت اور اخوت کے تحت انسان ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ جس سے معاشرے کے مالدار اور غریب لوگوں کے درمیان رشتہ اخوت و ہمدردی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ جتنا کسی کا خیال رکھا جائے گا اتنی ہی دوری ختم ہو گی۔

افراد کا ایک دوسرے کے کام میں معاونت کرنا تعاون کہلاتا ہے۔ باہمی تعاون کے بغیر اجتماعی زندگی ممکن نہیں۔ قرآن نے نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ بلکہ غیر مسلموں سے بھی تعاون کرنے کی تاکید کی ہے۔ بقول شاہ ولی اللہ ؒ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام اس طرح رکھا کہ افراد معاشرہ ایک دوسرے سے تعاون کریں، ایک دوسرے کے لئے تنگی پیدا کر کے تمدن کو فاسد نہ کریں۔[79]

اسلامی شریعت سراپا عدل ہے۔ جس کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں نظام عدل قائم ہے تاکہ کسی کا استحصال نہ ہو۔ دین اسلام نے مالی طور پر کسی بھی فرد واحد سے ناانصافی نہیں بلکہ سب کی فلاح کا انتظام کیا ہے۔

9- پرامن معاشرے کا قیام: اسلام کے رفاہی نظام کے تحت ایک پرامن معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ انسان کے لئے حقوق و فرائض کا تعین کیا ہے تاکہ خاندانی استحکام ہو جس سے معاشرتی استحکام پیدا ہوتا ہے۔ صاحب ثروت اجتماعی حقوق ادا کئے بغیر اپنے مال و دولت کو عیش و عشرت پر خرچ نہ کریں۔ اور نہ ہی ایسے گداگر کو مانگنے کی اجازت ہے جو توانا اور سلامت اعضاء کے ساتھ ہو۔ اسلام میں رفاہ عامہ کا مقصد فرد کو سماجی تحفظ فراہم کرنا ہے۔[80] زکوۃ کے ذریعے اسلام معاشی استحصال کا خاتمہ کرتا ہے تاکہ دولت کی عادلانہ تقسیم ہو۔ معاشرے میں دولت کی گردش سے غرباء کی حاجات پوری ہوتی ہیں جس سے افراد معاشرہ میں ہمدردی اور تعاون کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام کے نظام زکوۃ سے اسلامی معاشرہ ایک کنبے کی طرح نظر آتا ہے جس میں ضرورت مند کی صاحب مال مدد کرتے ہیں۔ پسماندہ طبقات کا دکھ درد سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اسی طرح معاشرے میں محبت، خیر خواہی اور مساوات چاہتا ہے تاکہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ[81]

زکوۃ جب معاشرے کے امراء سے لے کر غربا کو لوٹا دی جائے تو معاشرے کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی

حاجات کا اہتمام کر کے تمام معاشرتی برائیوں کا سد باب کیا ہے۔

اسلام میں رفاہی کاموں کی بنیاد تصور زکوۃ پر ہے جو اللہ تعالی نے قرآنی احکام کے ذریعے مسلمانوں کے مالوں میں سے انتہائی کم مقدار میں فرض کی ہے۔اس کے مصارف اور وقت کا بھی تعین کیا گیا ہے۔اسلامی رفاہ عامہ کا عملی نمونہ عہد نبوی ﷺ اور خلفاء راشدین ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس کے بے شمار مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں مثلاً انفاق فی سبیل اللہ سے مسلمانوں کے فرض کی ادائیگی نفس و مال کی پاکیزگی، اجتماعی کفالت، خاتمہ غربت، اور افراد معاشرہ میں باہمی اخوت، تعاون و مساوات پیدا ہوتی ہے۔ یہی معاشرتی استحکام کا تقاضا ہے۔

رفاہ عامہ کا تصور دین اسلام کی طرح مغربی تہذیب میں بھی موجود ہے مگر اسلام کے رفاہی نظام کی طرح دائمی اور عالمگیر نوعیت کا نہیں ہے۔وہاں عیسائیت سرکاری مذہب ہونے کی وجہ سے ابتداء میں رفاہی کام مذہبی عقیدہ کی بناء پر ہوتے تھے۔چرچ کی بد عنوانیاں مذہب سے دوری کی وجہ بنیں جن سے رفاہ عامہ کا رحجان بھی بدل گیا۔اب مغربی فلاحی نظام دو حصوں میں نظر آتا ہے ایک داخلی اور دوسرا خارجی۔ داخلی نظام کے تحت مغرب میں فلاحی ریاستیں (Welfare State) بنیں جن کے تحت بہت سے سرکاری وغیر سرکاری ذیلی ادارے فلاحی کام کر رہے ہیں۔اس میں کوئی مذہبی ذمہ داری یا اخلاقی معیار نظر نہیں آتا بلکہ ایک انسانی ہمدردی اور دوسرا کمیونزم کے رد عمل کے طور پر فلاحی کام ہوتے ہیں۔مذہبی تصور بھی کسی حد تک موجود ہے جس کی بنیاد پر مذہبی ادارے اپنے طور پر فلاحی کاموں میں مصروف ہیں۔خارجی نظام اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں کے ذریعے ہے جو رفاہی سرگرمیوں کے ساتھ عالمی سطح پر معاشی استحصال میں بھی مصروف عمل ہیں۔داخلی فلاحی نظام کے تحت مغربی ریاستوں میں کافی حد تک متاثر کن اثرات نظر آتے ہیں لیکن زیادہ خرابیاں اوران کے منفی اثرات خارجی نظام سے ہو رہے ہیں۔

References

1-Al Zukhruf:32
2-Farahidi, Abd ul Rahman, Khalil bin Ahmad, Kitab al Ayn, (Lubnan, Dar Ahya Alturas Alarbi)P:362
3-Kiranvi, Waheed uz Zaman Qasmi,Al Qamoos Al Jadeed,(Lahore, Idara Islamiat,1999),P:535
4-Ghafari, Noor Muhammad,Sarmaya Darana Nizam Insurance or Islam ka Nizam Kafalat Aama (Lahore, Markaz Tahqeeq Dayal Singh Trust Library,1991)P:36
5- Walter. A.F, Concepts and Methods of Social Welfare(Prentice Hall,1958),P:7
6- Draper, J.W, History of the Conflict between Religion and Science(New York, D. Applenton and company,1875),P:134
7- Hands, A.R, Charities and Social Aid in Greek and Roman(New York, Ithaca, Cornell University Press,1968),P:62,
8-Maududi, Abul Ala, Syed, Islam aur Jadeed Maashi Nazaryat (Lahore, Islamic publications ,1959),P:7
9- Leo Hu Berman, Man Worldly Goods(New York , Monthly Review Press, 2009),P:29
10-Khalid Basra, Jadeed Tahzeeb(Lahore, Al Noor publications),P:109
11-Brown, The Rise of Western Christianity (Oxford Blackwell,1996),P:67
12- Khalid Basra, Jadeed Tahzeeb,P:107
13-Zastrow, C, Introduction to Social Work and Social Welfare (Belmont, CA: Brooks Cole.2003),P:10

14-Piven, F.F.& Cloward, R.A, Regulating the Poor: The Functions of Public Welfare(New York Vintage Books 1993),P:10
15- Axin, J.& Stern, M, Social Welfare: A History of the American Response to Need(New York,Longman,2001),P:20
16-Maududi, Islam or Jadeed Maashi Nazaryat,P:15
17-Handel. G, Social Welfare in the Western Society, (New York, Random House,1982),P:41
18-Shams, Humayun Abbas, Samaji Behbood: Taleemat Nabwi ki Roshni main, (Maktba Jamal karam),P:13
19-Yasir Nadeem, Globlization or Islam(Karachi, Dar al Ishat,2004)P:142
20-Paul Speaker, Principles of Social Welfare(Routledg,1989),P:13
21-Al Baqara:277
22-Al Tawba:60
23-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al Jame Al Sahi, kitab Al Eman, ,(Riyadh, Dar al Salam,1998),Hadith:8
24-Bukhari, kitab Al Akhlaq,Hadith:5997
25-Ibn Hisham,Abu Muhammad Abd al Malik,Al Sirah al Nabawiyyah (Beirut, dar al Maarfah,1976)vol:1,P:142
26-Bukhari, kitab Badulwahi,Hadith:3
27-Muslim bin Hajjaj, Al Jame Al Sahi, kitab Al Zuhd, (Riyadh, Dar al Salam,2000),Hadith:744
28- Hameed Ullah, Ahad e Nabwi main Nizam Hukmurani,(Lahore, Al Faisal Nashran, 2005),P:273
29-Hameed Ullah, Khutbat e Bahawalpur,(Islamabad, Idara Tahqeeqat Islami),P:27
30-Ibn e Hisham, Al Sirah al Nabawiyyah,vol:1,P:165
31-Abu Dawood, Solaiman bin Al Ashat, Al Sunan, Kitab Al Janaiz, (Riyadh, Dar al Salam,1999)Hadith:3101
32-Abu Dawood, Kitab Al Aqdiyah,Hadith:3592
33-Hameed Ullah, Islami Riasat,(Lahore, Al Faisal Nashran,2005),P:24
34-Ibn e Saad, Muhammad bin Saad bin Mani,Tabaqat Ibn e Saad (Karachi, Dar al Ishat) Vol:1, P:392
35-Ibn e Hisham,Al Sirah al Nabawiyyah,vol:2,P:47
36-Ibn e Saad, Tabaqat Ibn e Saad (Karachi, Dar al Ishat),Vol:3,P:30
37-Al Tabri,Muhammad bin Jareer, Tareekh Al Umam wal Muluk,(Beirut, Dar al Ilmiya,2003)Vol:2,P:228
38-Abu Ubayd, Qasim ibn Sallaam, Kitab Al Amwaal, (Islamabad, Idara Tahqeeqat Islami) P:355
39-Ibn e Saad, Tabaqat Ibn e Saad,Vol:3,P:29
40-Aljawzi, Abu Alfaraj Abd ul Rehman, Mnaqib Ameer al Momneen Umar bin Khattab, (Beirut, Dar al Ilmiya, 1978)P:153
41- Abu Ubayd, Kitab Al Amwaal,P:333
42-Ibn e Khaldun, Abd ul Rahman, Muqdma Ibn e Khaldun(Beirut, Dar al Fikr,1423)vol:2,P:84
43-Al Tabri,Tareekh Al Umam wal Muluk,Vol:2,P:234
44-Shibli, Nomani, Ahad e Farooqi main Tamadni Zindagi , Nuqoosh Rasool number(Lahore, Idara Farogh Urdu,1984),Vol:9,P:689
45-Ibn Khaldun, Muqdma Ibn e Khaldun,vol:2,P:86
46-Al Suyuti, Jalaluddin, Tareekh ul khulafah, (Lahore, Maktbah Madinah)P:169
47-Al Tabri, Tareekh Al Umam wal Muluk,Vol:2,P:240
48-Mawardi, Ali Bin Muhammad, Alahkam Alsultanyyah (Beirut Dar al Kutab Alarbi,1999),P:315
49- Abu Ubayd, Kitab Al Amwaal,P:401
50-Kathryn English and Adam Stapleton, The Human Rights, Juta Academic. South Africa, 1992, P: 27.
51-Mahmoud Ayub, Islami Maliyat (Islamabad, Riphah International University,2010)P:29
52-Zastrow, C, Introduction to Social Work and Social Welfare,P:224
53-Katz, Michael B, The Price of Citizenship. Redefining the American Welfare State.(New York,

Metropolitan Books,2001)P:9
54- Gilbert, Neil, Transformation of the Welfare State. The Silent Surrender of Public Responsibility(New York, Oxford University Press,2002),P:40
[55]-John Meloed, Beginning Post Colonialism(Manchester, Manchester University Press ,2012),P:304
[56]- John Perkinz, Confession of an Economic hit man.(New York, Penguin group,2004),P:12
57-Yasir Muhammad Khan, Sazshain bay Niqab, (Karachi, Bait al Salam),Vol:1,P:71
58-Orya. Maqbool Jan, Harf e Raz (Lahore Sang e Mail publications,2014),Vol:5,P:274
59-Mahatir Muhammad, Asia ka Muqadma (Lahore, Jamhuri publications,2010),P:36
60-John Perkinz, The Secret History of American Empire(Dutton book,2007),P:72
61-Ibid:90
62-Yahya Khan, Yahoodi Protocols (Lahore, Nigarshat publishers, 2010),P:41
63-Arshad, Abd ul Rasheed, Akhri Salibi Jung(Lahore, Al Noor Trust,2001),P:93
64-John Perkinz, Confession of an Economic Hit Man.P:32
[65]- Al Lail:18-21
66-Mehr,Amir ud Din.Islam main Rifah e Aama ka Tasawar or khidmate khalaq ka Nizam, (Lahore, Metro Printer,2009)P:65
67-Al Hashr:7
68-Ghazi. Mahmoud Ahmad, Hurmat e Riba or Gair Soodi Maliyati Nizam (Islamabad, IPS .1993),P:25
69-Maududi, Abul Ala, Syed, Maashiat e Islam(Lahore, Islamic publications),P:151
70-Sevharvi, Hifz ul Rehman, Islam ka Iqtesadi nizam (Lahore idara Islamiat,1984),P:62
71- Abu Ubayd,Kitab Al Amwal,P:565
72-Gilani,Manazir Ahsan, Islami Maashiat (Karachi Dar al Ashat),P:400
73-Bukhari, kitab Al Itiq,Hadith:2517
74-Bukhari, kitab Al Eman,Hadith:12
75-Al Qurdhawi, Yusuf, Fiqh Az Zakat(Lahore Al Faisal Publishing Company),P:603
76-Umri, Jalal ul Deen,Islam main khidmate khalaq ka Nizam (Karachi, Islamic Research Acadmi, 2005),P:144
77-Sevharvi, Islam ka Iqtesadi Nizam,p:78
78-Al Hujurat:10
79-Shah Wali AIIah, Hujjatullah Al Baligha (Lahore, Maktbah Salfiyya)Vol:2,P:103
80-Ghafari, Sarmaya Darana Nizam Insurance or Islam ka Nizam Kafalat Aama,P:171
81-Al Qasas:77